© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

اگر ایک شخص آپ کے پاس اپنی کوئی ضرورت اور حاجت لے کر آئے تو اس کی مدد کی ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ فوری طور پر اس کی ضرورت کو رفع کر دیں اس کو روپیہ کی ضرورت ہے آپ روپیہ دے دیں، اسے نوکری کی جستجو ہے اسے نوکری دلا دیں اسے مکان درکار ہے آپ مکان فراہم کر دیں۔ لیکن اس کے علاوہ مدد کی ایک دوسری صورت بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ اس شخص کے حالات کو اس طرح تبدیل کر دیں کہ پھر آئندہ کبھی اس کو اس ضرورت سے دوچار ہونے کی نوبت ہی نہ آئے اور وہ کسی کا دست نگر ہوئے بغیر خود اپنے بل بوتہ پر اپنی زندگی بسر کر سکے مثلاً ایک روپیہ کے ضرورت مند کو آپ کسی صنعت و حرفت کی تعلیم دلادیں کہ پھر اسے نہ روپیہ مانگنے کی حاجت ہو اور نہ نوکری کی جستجو ہو اور اگر اسے مکان نہ ملتا ہو تو وہ خود اپنا مکان بنوا سکتا ہو۔ ظاہر ہے شخصی مدد کی ان دونوں صورتوں میں سے دوسری صورت بہت زیادہ موثر کارگر اور مدد کی بنیادی و افادی صورت ہے۔

آج کل ہند میں مسلمانوں کو جو معاملات پیش آرہے ہیں ان میں حکومت اور کانگرس اور مسلمان زعما اور خاص طور پر جمعیۃ علمائے ہند کے اکابر مسلمانوں کی جو مدد کر رہے ہیں وہ زیادہ تر پہلی ہی قسم کی مدد ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء کی کوششوں کا جو ریکارڈ قائم ہوا ہے وہ نہایت عظیم الشان اور ہر طرح لائق تحسین و آفریں ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جن کی جائدادیں کسٹوڈین کے قبضہ سے واگذار ہو گئیں کتنے ہی مظلوم و ستم رسیدہ ہیں جن کو کسی نہ کسی شکل میں ان کی ستم رسیدگی کی داد مل گئی۔ کتنے بے روزگار ہیں جن کو روزگار اور بے گھروں کو ان کے گھر واپس مل گئے۔ لیکن مدد کی ان سب کچھ کامیاب مثالوں کے باوجود مسلمانوں میں اب تک اپنے اوپر اور دوسروں پر اعتماد کرنے کی وہ اسپرٹ پیدا نہیں ہو سکی ہے جو ایک قوم کی تعمیر میں سنگِ بنیاد کا کام دیتی ہے۔ اب تک شعوری یا نیم شعوری طور پر مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو اپنے آبائی و اجدادی وطن کو اپنے لئے پردیس اور یہاں کے قدیم باشندوں کو اجنبی محسوس کرنے لگا ہے اور اس کے برخلاف پاکستان میں اسلام کے نام سے جو اسٹیٹ بنی ہے اس کو اپنی اسٹیٹ اور اس اسٹیٹ میں رہنے والوں کو اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی لوگ" سمجھتا ہے۔ اس ذہنیت کا نتیجہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماء کی بامدادِ حکومت و کانگریس مسلمانوں کو ہند میں روکنے کی تمام کوششیں اپنی جگہ پر! اور پاکستان میں عام بے روزگاری، پریشاں حالی، اور کس مپرسی کی داستانیں بھی "حرفِ نگفتہ شمار بلب کو دکاں رسید" کی مصداق، لیکن اس سب باتوں کے با وجود پاکستان کو بھاگ نکلنے کا عقبی دروازہ کسی وقت سنسان نظر نہیں آتا جس کو جب اور جس طرح موقع ملتا ہے۔ چل کھڑا ہوتا ہے اور پھر مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ اس طرح کے جانے والوں میں کوئی شخص اگر لیڈر قسم کا انسان ہوتا ہے تو اپنے "خیالی دار الحرم" میں پہنچ کر وہ ہند اور یہاں کی حکومت کی نسبت اس طرح کے بیانات شائع کرتا ہے جو خود ہند کے مسلمانوں کی پوزیشن کو مشتبہ کر دیتے اور خطرہ میں ڈال دیتے ہیں۔

یہ صورتِ حال ظاہر ہے کہ ہند کی حکومت کے لئے تو صبر آزما اور پریشانی کا باعث ہونی ہی چاہئے کیونکہ جب یہاں کے سر برآوردہ مسلمانوں کا معاملہ یہ ہوگا کہ آج وہ حلف داری اٹھاتے ہیں اور کل پہلے ہوائی جہاز سے پاکستان کی راہ لیتے ہیں آج پارلیمنٹ میں گورنمنٹ کی حمایت میں بولتے ہیں اور اس کے دوسرے ہی دن اس ملک کو خیر آباد کہہ جاتے ہیں تو گورنمنٹ کے لئے یہ مشکل ہوگا کہ وہ کس پر اعتماد کرے اور کس پر نہ کرے۔ اس طرح اقلیت کے معاملات ہمیشہ حکومت اور اس کے کارکنوں کے لئے ناقابل حل معمہ بنے رہیں گے اور وہ کبھی صاف دل و دماغ کے ساتھ ان معاملات پر غور نہ کر سکے گی۔ لیکن اگر پاکستان گورنمنٹ کشمیر کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کے جذبات سے الگ ہو کر ٹھنڈے دل و دماغ اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرے تو ناخواندہ مہمان کی حیثیت سے ہندی مسلمانوں کے پاکستان پہنچ جانے کی یہ صورت خود پاکستان گورنمنٹ کے لئے بھی ناقابل برداشت ہونی چاہئے کیونکہ اول تو یوں ہی پاکستان میں ابھی لاکھوں مہاجرین پڑے ہوتے ہیں جن کی آبادکاری کا اسے بندوبست کرنا ہے یہ لوگ وہاں پہنچکر سوائے اس کے کہ بے گھروں اور بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ کریں اور کیا کر سکتے ہیں پھر پناہ گزینی کی زندگی (جیسا کہ ہند اور پاکستان میں اس کا تجربہ ہو رہا ہے) انسان میں غیر اخلاقی اور غیر ذمہ دارانہ افعال و اعمال کی جرأت اور ان کے ارتکاب میں بے باکی و بے خوفی پیدا کر دیتی ہے اس بنا پر یہ نئے مہاجرین پاکستان پہنچ کر عناصر شر و فساد کی تقویت کا سامان ہوں گے جو ایک حکومت کے لئے گوارا نہ ہونا چاہئے، پاکستان گورنمنٹ کی مخالف ابھی ابھی کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ کم پارٹیاں ہیں جو ان میں دراضافہ کی اور ان کی تقویت کی ضرورت ہو یہاں سب سے زیادہ اہم اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہندی مسلمانوں کی تعداد پاکستان میں اسی طرح بڑھتی رہی تو اندیشہ ہے کہ آگے چل کر صوبائی عصبیت جواب بھی کچھ کم نہیں ہے ایک انتہائی ناگوار صورت اختیار کر جاتے اور گورنمنٹ کو اس کا سنبھالنا مشکل ہو جائے۔ علاوہ بریں اس کا اثر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے غیر مسلم باشندوں پر اس کے ناگوار اثرات پڑیں اور وہ اضطراراً یا باختیار خود ان نو واردوں کے لئے جگہ خالی کر دیں اگر ایسا ہوا تو اس کا اثر ہند کے باقی مسلمانوں پر پڑے گا اور انجام کار یہ ہوگا کہ ہند اور پاکستان دونوں پناہ گزینوں کی مشکلات اور ان کے معاملات و مسائل کو حل کرنے ہی میں لگے رہیں گے اور دونوں کو کم از کم ایک نسل تک اس کا موقع نہیں ملے گا کہ ملک کے دوسرے اہم اور تعمیری کاموں کی طرف یکسوئی کے ساتھ توجہ کریں، لازمی طور پر اس کا اثر یہ بھی ہوگا کہ ملک میں گورنمنٹ کی مخالف پارٹیوں کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے پناہ گزینوں کی آڑ لے کر اپنا پروپگنڈا کرنے کا موقع ملتا رہے گا اور حکومت کو کبھی عوام میں ہر دلعزیزی حاصل نہ ہو سکے گی۔

بہرحال یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے اثرات بہت دوررس ہو سکتے ہیں اور اس کا حل پیدا کرنا دونوں ہی حکومتوں کا فرض ہے لیکن ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ چونکہ تقسیم ہند کی بنیاد مطالبۂ پاکستان ہے اور پاکستان کے معنی ہی یہ تھے کہ اس کے لئے ووٹ تو لئے جائیں غیر منقسم ہندوستان کے تمام مسلمانوں سے اور جب پاکستان کا تخیل وجود میں آجائے تو ہندوستان میں اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کو انتہائی غیر موثر اقلیت کی شکل میں چھوڑ کر ان سے قطع تعلق کر لیا جائے اس بنا پر پاکستانی گورنمنٹ کا وہاں کے لوگوں کا اور وہاں کے اخبارات و جرائد کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ ہند گورنمنٹ کے ساتھ دوستی اور اتحاد کا رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ ہند گورنمنٹ اگر اس راہ میں پاکستان کی طرف ایک بالشت بڑھے تو پاکستان کو دو بالشت بڑھنا چاہیے۔ پاکستان کی اقلیت کے ساتھ صرف منصفانہ نہیں بلکہ فیاضانہ اور برادرانہ برتاؤ قولاً نہیں بلکہ عملاً ہونا چاہیے ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں ہند کی نسبت جو غلط اور گمراہ کن پروپگنڈا ہو رہا ہے اسے فوراً بند ہونا چاہیے اور احساس کمتری سے جو ہند کی طرف سے حملہ کا خوف دلا کر وہاں جنگ کی سی فضا پیدا کر دی ہے حالانکہ ہند کے کسی گوشہ میں کہیں اس کا نام و نشان بھی نہیں یہ انتہائی مضحکہ انگیز بھی ہے اور سخت تباہ کن بھی۔ اس کی فوری طور پر روک تھام ہونی چاہیے اور ان سب چیزوں کے ساتھ سالہ ضرورت ہے کہ یا تو جس طرح مشرقی اور مغربی بنگال میں پرمٹ سسٹم نہیں ہے اسی طرح پنجاب کے دونوں حصوں سے بھی یہ سسٹم اٹھا دیا جائے اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ایک تاریخ مقرر کر کے اعلان کر دیا جائے کہ اس کے بعد ایک ملک سے دوسرے ملک میں آکر بسنے والوں کو حقوق شہریت نہیں دئے جائیں گے البتہ ایک ملک کے لوگوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس ملک کی قومیت کو قائم رکھتے ہوئے دوسرے ملک میں ملازمت یا کاروبار کے سلسلہ میں قیام کر سکتے ہیں۔ دونوں حکومتوں نے اگر ایسا نہ کیا اور

© rasailojaraid.com